

ایکے کو جواب دہ کا قصہ کہ جس نے سنا ہے سمجھے ہوئے ہے
اور ایک حسرت ہے کہ اس کا شعلہ آگ ہے کہ وہ مینے روشن ہے

آفت

ہندوستان ہینڈلہ ۵ اخلاق اخلاقیہ

پریشد سے آتے ہوئے ایک شوخ اور شریر کے مافیہ

دھرم چیمپ کا سکاٹھا مگر اپنے بچے ہوئے ستارے نہیں

سڑکی کے علاوہ میری ناکامیاں بھی مائل تھیں۔ حالات بتاتے تھے کہ میں مگر
منقب میں بھی سڑکی کے ہاں ڈبٹی شاپ منیجر ہی رہا تو نہ کامیابی میری ہو
سکے گی نہ الزبتھ۔

وہ ایک عام دن تھا۔ سفید دیواروں اور پیلے چٹن کی طرح سپاٹ
بڑا کزن۔ ایسے دنوں میں آدمی معمول بات پر کسی کا سر نہڑنے یا اپنا سر نہڑانے
پر آمادہ ہو جاتا ہے سڑکی کے صبح دکان کھولتے ہی کسی خریدار کا ذکر کیا تھا۔
اُس خریدار نے فون پر اُن سے میری شکایت کی تھی۔ میں نے اُس کے دہانے جھپٹے
کی نسبت بایاں جو تا زیادہ جھکا دیا تھا۔ سڑکی کے سبھے ساڑھے سات
منٹ تک خریداروں کی نفیات پر ایک غیر معمولاتی اور فیروسیپ یکچڑیا میں
بادوب کھڑا رہا البتہ نصرتہ میں میں سڑکی کے کولات مار کے دکان سے باہر نکال
چکا تھا۔ دن کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی لہذا باقی دن غیریت سے گزارنے کا
امکان نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد سیاہ سوٹ والا ماسوس قسم کا ایک آدمی دکان سے جوتا
خرید کر جانے لگا میرے ہونٹوں پر عجیب قسم تھا۔ ایسا قسم دیکھ کر گاہکوں پر
رقت طاری ہو جاتی تھی۔ آئیے سڑ۔ میں نے سیاہ سوٹ والے سے گٹا ترنیا
دیکھے۔ کہیں نہ آپ دکان ہی سے نیا جوتا پہن کر جائیں۔ آج کل یہ فیشن میں
شال ہے۔ لائے میں آپ کرتے جوتے پہنا دوں۔ میرے بچے میں ترغیب
زیادہ بڑی تھی مگر وہ کسی پر بھیج گیا۔

میں نے پہلے جوتوں کے فیتے کھولنے شروع کیے فیتے کھولتے
وقت میری نظر گاہک کے چہرے سے زیادہ اُس کے جوتوں پر پڑتی ہے مگر
وہ بار بار چونکتا۔ ادھر ادھر نظر ڈالتا اور سیاہ چہرے میں اُس کی آنکھیں بے چین
ہو جاتیں۔ میں نے فیروسی طرز میں اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ مجھے اپنی دکان کے
ایک جوتے میں نظر آیا۔ ماڈل ایس ایکس سترہ مہینے جلد بھوری اور نرم۔
وہی اونچی ایڑی کی طرح ٹھوڑی مجھے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر وہ مسکرایا۔
کیا نام ہے تمہارا؟ اُس کا چہرہ مجھے کچھ جانا پہچانا معلوم ہوا تھا۔

کرنے کے لیے دنیا میں اس سے ذیل کام بھی تھے مگر میں ایک
نمازت پسند آدمی ہوں۔ زیادہ کی خواہش نہیں رکھتا۔

اپنی عقل کے بجائے دوسروں کے شعروں پر بھروسہ کرتا ہوں۔ غانا اسی لیے
یہ کام بھی مجھے زیادہ ذیل معلوم نہیں ہوا۔ کام بہت آسان تھا۔ دکان کے مالک
سڑکی کے صبح میں تھے انھی کی غنایت سے مجھے یہ کام ملا تھا۔ میرے والدین
مجھے بچپن ہی میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ پھر ایک روز اتفاقاً سڑکی سے میری
 ملاقات ہو گئی۔ یہ آئیس سال پہلے کا ذکر ہے۔ اس عرصے میں سڑکی لوگوں کو
میری دریافت کا واقعہ ہزاروں بار تفصیل سے سنا چکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ
میں اپنے آپ کو امریکہ اور سڑکی کو کو لمبوس عرصے کرنے لگا تھا۔ میں اُن کی جوتوں
کی دکان میں ڈبٹی شاپ منیجر کے عہدے پر فائز تھا۔ خریداروں کا ان سے جوتا خرید
کر رکھنے لگا تو میں دروازے کے قریب ٹھکرا کر اُس سے جوتا لے لیا۔ سڑکیوں
آپ نیا جوتا دکان ہی سے پہن کر جانیں سچ کل یہ فیشن میں شامل ہے۔ لائے۔
میں پہلے جوتے پیک کر کے آپ کرتے جوتے پہنا دوں۔

خریدار فیشن کی بات سے متاثر ہوتا اور اگر وہ تیز نظروں سے
جھینپ کے کسی پر بیٹھ جاتا۔ میں اُسے جوتے پہنا تا، جوتوں میں فیتے
ڈالتا، برٹل سے جوتے چمکاتا اور پانے جوتے پیک کر کے سکر لے لگتا۔ خریدار
کھڑا ہر کے چپ میں ہاتھ ڈالتا اور چند منٹ میں ہاتھ میں تھما دیتا یہی میری
نکوش امتداتی مسکراہٹ اور نرم لہجے کا معاوضہ ہوتا۔ معاوضہ اگر اتفاق سے زیادہ
ہاتھ آتا تو بچپن میں میری سڑکی لے لیتے۔ اگر معاوضہ کم ملتا تو مجھے غمت کرنے
کا مشورہ تفصیل سے دیتے۔ وہ کہتے: جیک! انسان کی قیمت انسان کے ہاتھ
میں ہوتی ہے۔ زندگی میں کامیاب ہونا صرف ایک موقع پر منحصر ہوتا ہے۔ وہ
موقع کل جانے تو منزل بہت دور رہ جاتی ہے۔

منزل سے اُن کی مراد الزبتھ ہوتی تھی الزبتھ ٹیلر کی طرح حسین
تھی نہ دولت مند۔ وہ سڑکی کی بھانجی تھی لوگ کہتے ہیں: ہمت دنیا کی فیصل
پہانہ کر ہر بندش توڑ کر کامیابی کی مد میں داخل ہو جاتی ہے مگر میرا خیال ہے
کہ یہ غلط غلط ہے مجھے الزبتھ سے ہمت تھی اور اُسے مجھ سے لیکن پہلے وہ میرا



توشہ خانہ

تفنیق اور مہربانی۔ یہ بادل اگر آدمی کی زندگی پر نہ چھائے تو آدمی عمر بھر دودھ بھاگ کر تارہتا رہے لیکن اسے حال کچھ نہیں ہوتا وقت کے کسی کرنے میں غلطی ممتی کا کوئی شرم نہ بچنے کی طرح چھپا رہتا ہے۔
دایاں جو تارہتا چکا تھا۔ میں نے اپنی توجہ بائیں ہوتے کی طرف مبذول کر دی۔ میرا دماغ یہ سوال دہراتا رہا کہ میں نے اس شخص کی تصویر کہاں دیکھی ہے۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ اس کی تصویر ڈاک خانے میں لگی ہوئی ہے، ڈاک خانے کے اعلیٰ میں ایک پیڑ کے پاس ہیں پیڑ کے نیچے میں کئی دفعہ الزبتھ سے مل چکا تھا۔ میرا ذہن مجھنا اٹھا۔ یہ شخص اختناری عزم ہے۔ بائیں جوتے پر برش ایک لمحے کے لیے رکا پھر دوبارہ حرکت کرنے لگا۔
وہ بولتا رہا: خوش قسمتی کا کوئی شخص کے پاس آتا ہے۔ بات من موقع سے فائدہ اٹھانے کی ہے۔ جب میں نے پہلی دفعہ اپنے ہاتھ پر ہاتھ سو ڈال لیے تھے تو میری عمر بہت کم تھی بہت ہی کم میں ستر سال کا تھا۔ میں نے کچھ کائے برش کرنا رہا۔ یقیناً اس نے ستر سال کی عمر میں کیں چوڑی کی ہوگی۔ میں نے سوچا کہ یہ میں کس شخص کے ہاتھ میں تھیں گی۔ میرے ہاتھوں میں لڑنے شس پیدا ہو گئی۔ وہ ہنسنا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آٹھ

”میرا نام جیک ہے سر! میں دباواؤں سے جوتا پہنانے لگا۔ گاگ سے زیادہ بے تکلفی مناسب نہیں ہوتی۔ مسٹر کیلر زیادہ معاوضہ ملنے پر بکس فی مد کاٹ لیتے تھے۔ میں اسے بخشش یا خیرات کہنے سے دانستہ گریز کرتا ہوں۔“
”میاں کام کرتے ہو؟“ اس نے پوچھا۔ سوال امتحان تھا مگر جواب تھا: نہیں ہونا چاہیے تھا۔

”جی ہاں جناب!“ میں نے انکاسے بتایا۔ میں یہاں ڈپٹی شاپ مینیجر ہوں۔ مہرے کی بلندی کا اثر نہ لیجیے گا۔ کام میرا یہی ہے جو میں کرتا ہوں۔
میرے جوب سے وہ بہت غصہ ظاہر کیا۔ کتنا کالیتے ہو؟
”بس اتنا کہ بیٹ بھر جائے مگر اتنا نہیں کہ شادی کر سکوں۔“
اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ جب میں تھلائی عمر کا تھا تو سیس ہزار ڈالر سالانہ کما تھا۔ اس نے فخر سے بتایا۔

میں نے برش کرتے کرتے اس پر ایک نظر ڈالا۔ اسے میں نے کہیں دیکھا ہے۔ کہاں دیکھا ہے؟ کب دیکھا ہے؟ ممکن ہے اس کی تصویر دیکھی ہو۔ میں بیزی سے برش چلانے لگا۔ یقیناً میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے لیکن کہاں؟ کب؟ وہ بولا۔ ممتی بھی بادل کی طرح ہوتی ہے۔
سب بنگ

زور سے دھڑکا۔ وہ بولتا رہا: "یا جوتوں کے فیتے ڈالتے وقت کہیں بھی کسی وقت بھی۔"

میں نے کھڑکی سے سامنے کافی ہاتھ دیکھا۔ ایک گشتی پولیس افسر ہماری دکان کی طرف آرہا تھا۔ میں نے فیتے ڈالنے شروع کیے اور اس شخص سے کہا: "شکرہ جناب! میں آپ کے مشورے زندگی بھر یاد رکھوں گا۔ آئندہ آپ آئندہ بھی یہاں تشریف لائیں گے۔"

آخری جملے میں سر کیلنے یاد کر دیا تھا۔ یہ ایک خاص کاروباری جملہ تھا۔ وہ شخص مسکرا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے حبیب میں ہاتھ ڈال کر چند سینٹ نکالے اور میری طرف بڑھا دیے۔ پولیس افسر ملتا ہوا دکان کے میں سامنے آ چکا تھا۔ میں چلا یا: "انیکٹر! پچھلے سے یہ شخص اشتہاری..."

میری بات ادھوری رہ گئی۔ اس شخص کے ہاتھ میں اچانک ایک سیارہ ریلوے چمکتے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خون خوار چمک اور لبوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ تھی۔ انیکٹر دکان میں آچکا تھا مگر ریلوے چمک کے میری طرح وہ بھی ساکت ہو گیا۔ جرم نے سب کو ریلوے کی زد پر لے کے فرار ہونے کی کوشش کی مگر اسی وقت مرنے کے بل زمین پر گر پڑا۔ ریلوے اس کے ہاتھ سے چھوٹ کے فرش پر دوڑتا ہوا چھٹا گیا۔

اُسے ہتھکڑیاں پہناتے وقت انیکٹر کی آنکھوں میں بہت حیرت تھی۔



"جناب والا! میں نے عدالت میں کہا: میں ایک نادان آدمی ہوں۔ اپنی عقل کے بجائے دوسروں کے مشوروں پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اس شخص نے مجھے کئی قیمتی مشورے دیے تھے۔ اس نے بتایا تھا کہ خوش قسمتی کا لمحہ وقت کے کسی کونے میں کسی شخص سے ملنے کی طرح چھپا رہا ہے اور وہ لمحہ کسی وقت بھی سامنے آ سکتا ہے لہذا جناب والا! اسے اتفاق سمجھیے یا قسمت۔ وہ لمحہ اسی وقت آ گیا۔ مجھے یاد آ گیا تھا کہ اس شخص کی گرفتاری پر حکومت نے پچاس ہزار ڈالر کا اعلان کیا ہے۔ میں نے رک کر حاضرین کی پہلی صف میں بیٹھی ہوئی الزبتھ پر ایک نظر ڈالی۔ وہ میری ہی طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے عدالت کو مخاطب کیا: جناب والا! میں نے خوش قسمتی کا وہ لمحہ وہیں تھا۔ لیلہ انیکٹر کو قریب آتے دیکھ کر میں نے اس کے جوتوں کے فیتے آپس میں باندھ دیے تھے۔"

جیوری کے لوگوں نے مسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ میں نے الزبتھ کا بازو دھکا اور ہانپ لیا۔ ہمارا رخ مسٹر کیلر کی دکان کی طرف تھا۔ ایک شادی شدہ جوڑا اپنے بزرگوں کو کیسے فراموش کر سکتا ہے۔



سب سے پہلے

سوداگر کی خرید و فروخت کس طرح خرچ کر دے۔ پہلے میں نے شہر کے ایک بہترین رستورن میں کھانا کھا یا پھر شراب پی پھر ایک ہنگامی روٹی کو ماری رات کے لیے اپنے فلیٹ کے کچن میں باندھ دیا۔ ہوا اس قدر میاں مٹی کے باوجود صبح میرے پاس سات سو تیس ڈالر باقی تھے۔ زندگی بہت سستی ہے جیک! اگر حبیب میں دولت ہو تو

"بے شک۔ میں نے اثبات میں سر ملانا ضروری سمجھا۔ آدمی کو اپنی زندگی پیاری ہوتی ہے۔"

"میں نے لاکھوں کاٹے۔ وہ بولا: اور لاکھوں ہی آڑا دیے۔ جمع کرنا تو شاید آج ایک بوڑھا تاجر ہوتا، راتوں کو اپنی تجوری کی چابی مضبوطی سے پھوٹے سونا اور نرنے کے بعد ماری دولت اپنی نیم فرماں بردار اولاد کے نام چھوڑ جاتا۔ اولاد وہ دولت نہایت اطمینان سے خرچ کرتی مگر میں نے سب کچھ ڈرا دیا کیونکہ وہ میں نے کیا تھا بلکہ یہ کتنا چاہیے کہ مال کیا تھا۔ اس نے مجھ پر ایک نظر ڈالی۔ اب سیکرے پاس بہت کم دولت بچی ہے شاید چند ہزار ڈالر ہوں گے مگر میں مطمئن ہوں کیونکہ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا لیا تھا۔ خوش قسمتی کا دروازہ میں نے اپنے ہاتھ سے کھولا تھا۔ میں اب بھی... وہ ایک لمحے کے لیے جھجکا۔ میں اب بھی قریب قریب پچاس ہزار ڈالر کی ضمانت اپنی حبیب میں رکھتا ہوں۔"

میں چونکا۔ اس شخص کے آخری جملے کا مطلب کیا ہے؟ پچاس ہزار ڈالر کی ضمانت سے کیا مراد ہے؟ مجھے فوراً یاد آ گیا کہ حکومت نے اس کی گرفتاری پر پچاس ہزار ڈالر کا اعلان کیا ہے۔ وہ بولے جا رہا تھا: جیک! تمہارے پاس بھی کوئی نہایت موقع ضرور آئے گا۔ خوش قسمتی دھیرے سے تمہارے پاس آ جائے گی۔ تم موقع سے فائدہ مند ہو جاؤ گے یا کامیابی کا راز یہی ہے کہ موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔"

اس کی گرفتاری کے عوض پچاس ہزار ڈالر مل سکتے ہیں۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ پچاس ہزار ڈالر میرے ہاتھوں میں برکش تھرکنے لگا۔ اگر میں پچاس ہزار ڈالر مل گئے تو سب کچھ تھا! ہنگامی مشورے میں کامیابی بھی مسٹر کیلر کی نصیحت زبان بھی اور الزبتھ بھی جس کے ماحول پر ترقی ہوتی ہے پچاس ہزار ڈالر میں نے جو تک کر جوتوں کی طرف دیکھا۔ وہ اب بہت چمک چکے تھے۔ مزہ چمکنے کی گنجائش نہیں تھی۔ اب فیتے ڈالنا باقی رہ گیا تھا۔ اس کے بعد پوری زندگی باقی تھی جس میں ڈپٹی شاپ منیجر کا عہدہ تھا مگر کوئی اسود و محبت اور کوئی مشکل خوشی نہیں تھی۔

"جب بھی وہ موقع آئے اس نے مسکرا کر کہا: اُسے ہاتھ سے نہ ہانے دینا۔ وہ موقع کہیں بھی آ سکتا ہے بازو میں خریداری کرتے وقت یا کوئی پھول سونگتے وقت یا کسی لڑکی سے اظہار محبت کرتے وقت کھانا کھاتے وقت، باغیچے میں وقت یا جوتے چمکاتے وقت۔ میرا دل بہت